AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

الطاف فاطمہ کے ناول "نشانِ محفل" میں کرداروں کی نفسیاتی کشمکش

PSYCHOLOGICAL CONFLICT OF CHARACTERS IN ALTAF FATIMA'S NOVEL "NISHAN-E-MEHFIL"

Dr. Robina Parveen
Teaching and Research Associate Department of Urdu International Islamic University Islamabad
Dr.Shazada Muntazir Mehdi
PhD Department of Urdu Government College University Faisalabad
Saddique
Lecturer Department of Urdu University of Swabi

Abstract
Urdu fiction writer Altaf Fatima is considered one of the most prominent female novelists, short story writers, translators and teachers of Pakistan. All her creative writings reflect her diverse experiences and deep observation. She was a nationalist writer. Her novels and short stories mixed both the passion for the homeland and religious flavor. She has her own style of writing which is sometimes reflected in her style and sometimes in the behavior of her characters. Most of her characters include girls and women who have deviated from the existence of society and have tried to challenge the standards and values of their families and society. While creating such characters, she kept in mind the attitudes of her society under which women were encouraged to remain subjugated in every respect with regular planning. Altaf Fatima always wrote her fiction by diving into the depths of art, which is why her fiction has a distinct creative flavor and a distinct scent. Her attitude towards intellectual and artistic matters was so careful that she completed her famous novel "Chalta Musafir" in a period of ten years. This novel is a prime example of her intellectual and artistic maturity. This novel not only has a distinct place in her own fiction, but is also considered one of the This article is written about the Psychological conflict of representative novels of Urdu. characters in her novel "Nishan-e-Mehfil".

Key Words: *Altaf Fatima, "Nishan-e-Mehfil", "Chalta Musafir", "Dastak Na Do", Psychological conflict.*

انسان اشرف المخلوقات ہے اور عقل و دماغ کی کسوٹی سے دیگر مخلوقات کے مقابلے میں آلام و مصائب کا بخوبی مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ جس میں تہذیبی، سماجی اور نفسیاتی عوامل شامل ہیں۔ مگر تمام تر اختیارات اور طاقتوں کے باوجود بعض اوقات بے بس اور مجبور ہو جاتا ہے۔ مشیتِ الٰہی کے سامنے یہ بے چارگی ہی دراصل حضرت انسان کا اصل امتحان ہے۔ یہی امتحانات اُسے مجبور ولاچار کر دیتے ہیں۔ ان امتحانات میں نفسیاتی کش مکش، سماجی رویے اور افراد کے درمیان کشاکش، تناؤ، تنہائی کا کرب اور دیگر عوامل شامل ہیں۔ اردو ناول کے ارتقائی دور سے لے کر اب تک کن تخلیق کاروں نے مختلف حوالوں سے یہ تصورات پیش کیے ہیں۔ ان ناولوں میں انسانی زندگی کے کرب وانتشار کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ ان کے ہاں انسان کی مظلومیت کی تصویر کشی کے مناظر موجود ہیں۔ انھوں نے طبقاتی تفریق، غربت، استحصال، نفسیاتی مسائل، طبقاتی تضاد، سماجی ناانصافی اور زیادتی کو مکمل جزئیات کے ساتھ بیان کیا ہے۔

برصغیر کے حالات ایسے تھے کہ یہ سارے عوامل انسانی زندگی کے لازمی جزو بن کر رہ گئے تھے۔ مثلاً جب تقسیم ہند کے سانحے کو دیکھتے ہیں تو برصغیر کی تاریخ میں یہ سب سے بڑا المیہ تھا۔ اس سانحے کی وجہ سے انسان ذلت ورسوائی کی اتھاہ گہرائیوں میں گرتا چلا گیا۔ وجہ یہ ہے کہ انسان درندہ بن کے اپنے ہی ہم وطنوں کے خون کا پیاسا بن گیا تھا۔ خلاق اقدار کی پامالی، نہتے لوگوں کا قتل عام، معصوم بچوں کا ظالمانہ قتل، عفت دار عورتوں کی عصمت دری، جیسے دل سوز واقعات نے ادب پر اپنا اثر ڈالا۔ ایسے پُر سوز واقعات ہوئے کہ دل کانپ جاتا ہے۔ اس کو بیان کرتے ہوئے ناول نگار اور قاری دونوں پر خوف طاری ہو گیا تھا۔ مثلاً جب ہم ناولٹ "یا خدا" پر نظر ڈالتے ہیں تو قدرت اللہ شہاب کے فکر وفن کی داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ امام مسجد کی بیٹی دل شاد تقسیم ہند کے وقت ہندوؤں کی ہوس کا نشانہ بنتی رہی۔ بعد میں پاکستان آئی تو یہاں ایک کیمپ میں پناہ ملتی ہے۔ یہاں دوبارہ وہی خباثت شروع ہو جاتی ہے جہاں منتظمین باری باری اس کا جنسی استحصال کرتے رہے۔ اسی طرح جب وہ کراچی چلی جاتی ہے تو وہاں بھی عیاش لوگوں کی تسکین کا سامان بنتی رہی۔ یہ ناول تقسیم ہند کے المیے کو مکمل چابک دستی کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ انور سدید کے الفاظ میں:

> "یا خدا اس عورت کا المیہ ہے جسے فسادات کے مظاہرے نے بے حس بنا دیا تھا۔ شہاب نے ایک غیر جانب دارانہ مبصر کی طرح اس المیے کو سمیٹا اور عورت کا روحانی کرب ناظرین کو منتقل کر دیا (۱)"۔

اس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ تقسیم کا المیہ ہندوستان کے رہنے والوں کے صدیوں کے اتحاد کا خون تھا۔ جہاں سب کچھ ایک ہی پل میں ختم ہو گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انسان حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر زندگی کے المیاتی عنصر سے دوچار ہوا۔

قراۃ العین حیدر کے ناول "آگ کا دریا" میں بھی تقسیم کا سانحہ عمدگی سے نمایاں کیا گیا ہے۔ اس میں "وقت" کو موضوع بنایا گیا ہے، جو "نرملا" جیسی عورت سے اس کا مستقبل چھین لیتا ہے اور "چمپا" زندگی کی محرومیوں سے ثبات کرتی ہے۔ اس حوالے سے محمود ہاشمی لکھتے ہیں:

> "(یہاں) جلاوطنی اور ہجرتوں کا احوال ہے۔ انسانی رشتوں کے انہدام کا مرثیہ ہے۔ بیسویں صدی میں زوال آدم اور گم شدہ خطوں کا دکھ سہتے ہوئے مرد اور عورتیں ہیں۔ ایک نئی زمین ہے جس پر گزشتہ تہذیب کی کٹی فصل کا ویرانہ ہے۔"(۲)

یوں یہ ناول زندگی کے المیہ کو بیان کرتا ہے۔

عبد اللہ حسین کے ناول "اداس نسلیں" میں غریب کسانوں اور مزدوروں کا المیہ بیان کیا گیا ہے کہ اُن کی زندگیاں عذاب بنا دی گئی تھیں۔ اس ناول میں ان لوگوں کی زندگیوں کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ جب برطانوی سامراج مسلمانوں کی نسل کشی کر رہا تھا اور اس طرح ملک میں جنگل کا قانون رائج تھا۔ پھر فرقہ وارانہ فسادات کے ہنگامے پھوٹ پڑے تھے اور انسانی خون کی نہریں رواں دواں تھیں۔

الطاف فاطمہ اردو ناول کی تاریخ کا نمایاں نام ہے۔ انھوں نے چار ناول لکھے ہیں۔

۱۔ نشانِ محفل (۱۹۶۰ء):
۲۔ دستک نہ دو (۱۹۶۴ء)
۳۔ چلتا مسافر (۱۹۸۰ء)
۴۔ خواب گر (۲۰۰۸ء)

نشانِ محفل "ان کا ابتدائی ناول ہے۔ یہ ناول انھوں نے اپنی کالج کی زندگی کے دوران لکھا جس کے بارے انھوں نے خود کہا تھا:

> "ہالینڈ کی خاتون کو جانتی ہوں جس نے ایک مقامی آدمی سے شادی کی تھی اور یہاں رہنے آئی تھی۔ اس عورت نے مجھ سے پوچھا کہ تم میری جیسی عورتوں کے بارے میں کیوں نہیں لکھتی۔

چنانچہ یہی میرے اس ناول کے لکھنے کا پیش منظر تھا جس نے میرے پہلے ناول کی شکل اختیار کر لی (۳)"۔

ناول "نشانِ محفل" کی کہانی کچھ یوں ہے کہ روبینا اور نادر کی قسمت کا حال بیان کیا گیا ہے۔ یعنی ناول کا بنیادی نکتہ "قسمت" ہے۔ کوئی انسان چاہے کیسا بھی طاقت ور کیوں نہ ہو قسمت کے ہاتھوں ہمیشہ مغلوب رہا ہے۔ دنیا کا سارا نظام بھی اسی طرح چل رہا ہے کہ کسی کی قسمت میں خوشیاں ہی خوشیاں ہوتی ہیں تو کوئی لمحہ زندگی کے مصائب کے ہاتھوں مجبور و مقہور ہے۔ جیسے کہ ایک شاعر کہتا ہے:

کسی کو گھر سے نکلتے ہی مل گئی منزل
کوئی ہماری طرح عمر بھر سفر میں رہا

اس شعر میں بھی شاعر اپنی قسمت کا رونا رو رہا ہے اور اپنی قسمت کی خرابی سے نالاں و پریشان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ناول کے دو کرداروں کی قسمت بھی ایسی ہی ہے۔ مثلاً روبینا انگلینڈ میں اپنا عیش و آرام اور سکون کی زندگی تیاگ کر ہندوستان آجاتی ہے کہ قسمت چمکے گی مگر یہاں اُسے قدم قدم پر ایسے مسائل در پیش آتے ہیں کہ وہ بلک اٹھتی ہے اور یہاں گزرا ہوا ہر لمحہ اُس کی روح کو زخمی کر دیتا ہے۔ اسی حوالے سے ناول سے اقتباس:

"کتنی دیر اس ٹھنڈی اور بے حس میز پر سر رکھے سسکیاں لیتی رہی تھی۔ اتنی زور زور سے کہ اس کا سارا وجود لرز رہا تھا۔ یہاں تک کہ خود بخود خاموشی ہو گئی۔ کسی کی تسلی کے بغیر۔ تسلی دینے والا تھا بھی کون؟ سوا ان تین معصوم بچوں کے جو اس کے غم سے بے خبر غافل سو رہے تھے۔ اب وہ خود بخود سنبھل کر بیٹھ گئی تھی۔ ایک شدید خلا اور اپنی بے پناہ تنہائی کا احساس اسے ستا رہا تھا۔ یہ تنہائی اور ویرانی نئی نہ تھی۔ سولہ سال کے عرصے میں اس سے وہ کئی بار دوچار ہو چکی تھی۔ اس کا دل ہر بار کسی سچے غمگسار کو ڈھونڈ ھتا تھا۔ وہ ہر سفید بالوں والے اور جھریاں پڑے چہرے والی عورت سے چمٹ کر اس کو درد سنانا چاہتی تھی۔ اس کا دل چاہتا کہ وہ اس کے آگے مچل جائے۔ اپنی نیلگوں آنکھیں ڈال کر التجا کرے۔ تم ماں ہو۔ مجھے سہارا دو، ماں میں جو مغرب کی بیٹی ہوں، مجھے اجازت دو کہ میں اپنا دکھ درد تمہیں سنا کر اپنا دل ہلکا کر لوں ۔"(۴)

اوپر کے اقتباس میں ایک عورت کے دکھ اور المیے کا بیان ہے جس میں روبینا اپنے دکھ کے اظہار کے حوالے سے اپنے دلی جذبات بیان کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس کے دل پر ایسا بوجھ ہے جو وہ اپنی ماں یا ماں جیسی کسی ہستی کے کاندھے پر سر رکھ کر اور زار و قطار رو کر ہی بتا سکتی ہے۔ کیوں کہ عورت کا دکھ عورت ہی سمجھ سکتی ہے۔ اس ناول کے حوالے سے ممتاز احمد خان کے الفاظ یہ ہیں :

"نشانِ محفل میں ایک انگریز لڑکی کا المیہ بتایا گیا ہے جو فطری طور پر بے قرار اور بے چین ہے۔ نا آسودگی اس کا مقدر ہے۔ اسے مشرق پسند ہے سو وہ نادر سے شادی کر کے ہندوستان آجاتی ہے۔ پہلے وہ یورپی زندگی سے غیر مطمئن تھی اور اب مشرق سے نالاں ہے۔"(۵)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پورے ناول ں ایک المیہ فضا پائی جاتی ہے۔ ویسے تو اس دنیا میں انسان کی زندگی ہی غموں سے بھری ہوئی ہے لیکن بعض لوگ اس حوالے سے کچھ زیادہ ہی بد قسمت واقع ہوتے ہیں۔ پھر وہ مستقل بے چین اور بے قرار رہتے ہیں۔ یہی ان کا مقدر بن جاتا ہے۔ قسمت کا المیہ اُسی

کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔ روبینا کا یہ المیہ اُس کا عمر بھر کا روگ بن چکا ہے اور وہ اسے اپنی قسمت کا لکھا سمجھ کر زندگی جی رہی ہے۔ اس کا شوہر نادر بھی قدرت کے اس فیصلے پر حیران ہے کہ کس طرح روبینا اس کی زندگی میں داخل ہو گئی۔ وجہ یہ ہے کہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایسا ہو گا۔

نادر ایک ڈاکٹر تھا۔ وہ انگلینڈ چلا گیا کہ اچانک ہی اس کی زندگی میں روبینا آ گئی۔ ڈاکٹر نادر نے اسے قسمت کا لکھا سمجھ کر قبول کر لیا مگر روبینا کو خوشی کے بجائے غم ہی مل گئے۔ بعد میں اُن کے بچے بھی ہو گئے لیکن یہ بندھن دیر پا ثابت نہ ہو سکا اور ان دونوں کے درمیان علیحدگی ہو گئی۔

روبینا کی زندگی میں اس سے پہلے ایک اور مرد بھی تھا جس کا نام ایبک تھا۔ لیکن روبینا کی شادی کے بعد وہ اس سے دور چلا گیا۔ قسمت کا لکھا ایسا ہوا کہ قسمت اُسے پھر ہندوستان میں آلہ آباد لے آئی جہاں روبینا اپنے شوہر ڈاکٹر نادر کے پاس رہ رہی تھی۔ ایبک بھی ذہنی کش مکش اور نفسیاتی دباؤ کا شکار تھا۔ نادر بھی زندگی سے ناخوش تھا جب کہ روبینا تو تھی ہی ناخوش۔

ایک بار ایسا ہوا کہ روبینا سخت بخار میں مبتلا ہو گئی اور نادر اُسے شملہ کی پہاڑیوں پر لے گیا۔ لیکن قسمت کی ہونی کو کون روک سکتا ہے۔ روبینا کی ملاقات ایبک سے اچانک ہی ہو جاتی ہے۔ حالاں کہ ایبک کے بارے میں وہ فرض کر چکی تھی کہ وہ اُسے دوبارہ کبھی نہیں دیکھ سکے گی۔ اس ملاقات کے بارے میں یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

> "اچھا یہ کتنا دلچسپ اتفاق ہے۔ اس ہری بھری فرن پر بھرپور قدم جاتے ہوئے سوچا جس کے الٰہ آباد سے یکایک چل دینے پر اس کو دلی صدمہ تھا اور جس کو دوبارہ دیکھنے کی خفیف سی امید کو بھی وہ بھی حسرت سے دفنا چکی تھی۔ وہ یوں آج اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔"(٦)

یہ ناول ہی اصل میں قسمت کے بننے اور بگڑنے کا قصہ بیان کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے کہ قسمت ایبک اور روبینا کو ایک دوسرے کے پاس لاتی ہے پھر دور کر دیتی ہے اور وہ پھر اچانک ہی تیسری باری میں ملاقات کا بندوبست کراتی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایبک کے ہاتھ کی لکیروں میں روبینا سے ملنا اور بچھڑنا لکھا ہوا ہے۔ وہ ڈاکٹر نادر کو دھوکا دینے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا لیکن اس کی قسمت ہی ایسے تھی کہ وہ بار بار روبینا کے راستے میں جا کھڑا ہوتا تھا۔

المیہ کہانیوں میں یہی ٹریجڈی ہوتی ہے کہ ہیرو اور ہیروئن بار بار ایک دوسرے سے بچھڑتے اور پھر ملتے ہیں۔ مثلاً روبینا کا بیٹا محمود بہت بیمار تھا تو نادر نے ہی اپنی پیشہ وارانہ مجبوریوں کی وجہ سے ایبک کو کہا کہ تم روبینا اور بچے کا خیال رکھو۔ اسی دوران ڈاکٹر نادر کی مصروفیات ایسی بن جاتی ہیں کہ وہ بھی تین چار مہینے کے لیے مصروف ہو جاتا ہے اور اس طرح روبینا ایک بار پھر ایبک کے قریب آ جاتی ہے۔

کہانی بعد میں کچھ یوں ہو جاتی ہے کہ نادر اپنی شادی کی سالگرہ کی خوشی میں شملہ آ جاتا ہے۔ وہ روبینا کی پسند کے کلر سے بھی اپنے فلیٹ کو پینٹ کر دیتا ہے اور پھر وہ اسے اپنے گھر آنے کی اطلاع بھی دے دیتا ہے۔ لیکن وہ نہیں آتی۔ وہ خود کو یہ تسلی دے دیتا ہے:

> "شاید وہ اپنی پیکنگ وغیرہ میں مصروف ہو۔"(٧)

پھر صورتِ حال ایسی بن جاتی ہے کہ جب وہ گھر پہنچ جاتا ہے تو یہ دیکھ کر ہکا بکا رہ جاتا ہے کہ روبینا کا رویہ انتہائی سرد بلکہ پھیکا تھا۔ اس حوالے سے یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

> "سارا دن خاموش اور الجھن میں گرفتار رہا۔ حالانکہ روبینا نے تمام کھانا اسی کی پسند کا بنایا تھا اور بڑی توجہ سے اس کو ہر چیز کھلا رہی تھی۔ وہ اس سے اس کی صحت، الٰہ آباد اور لکھنؤ کے متعلق باتیں کرتی رہی۔ مگر وہ گم سم سا بیٹھا رہا۔ اس نے اس کو کچھ بھی نہ بتایا کہ وہ کتنے چاؤ سے گھر میں قلعی کروا کے دروازوں پر وارنش کروا کر آیا ہے۔ اس نے اس کے کمرے کا رنگ بدلوا کر بے حد خواب ناک اور دھیما بنفشی کر دیا ہے اور اس کے سرہانے کی دیوار پر خود صبح کی دیوی ادشا کا پینٹ

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

کیا ہے۔ پردے بدلوائے ہیں اور اس کی پسند کے نئے ریکارڈ خریدے ہیں۔ اب اس کی تمام توجہ اس کے لیے وقف ہے۔ وہ تو خاموش بیٹھا پتہ نہیں کیا کیا سوچتا رہا تھا اور اس کو دیکھتا رہا تھا۔"(۸)

اس ناول میں ابتدا ہی سے المیہ تصورات پائے جاتے ہیں کیوں کہ شروع ہی قسمت کی کار فرمائی سے ہوتی ہے۔ روبینا اپنے ماضی کو یاد کر کے روتی رہتی ہے اور اس طرح اس کی زندگی عذاب بنی ہوئی ہے۔ وہ ابتدا ہی سے بدنصیب اور بدقسمت کہلائے جانے کے قابل لڑکی ہے جس کے ساتھ قدم قدم پر قسمت نئے نئے کھیل کھیلا رہی ہے اور وہ سمندر کی بے رحم موجوں کی زد پر کھڑی ہے۔ کبھی کس طرف جھک جاتی ہے اور کبھی کس طرف۔ وہ خوشیوں ہی کی تلاش میں اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر ہندوستان آجاتی ہے مگر یہاں اپنی بے چین فطرت کی وجہ سے ہر لمحہ پریشان رہتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ ایک تو اس ماحول سے مانوس نہیں ہو پاتی اور دوسرا یہ کہ اپنے ماں باپ اور ایبک کی محبت اُسے چین لینے نہیں دیتی۔ اس غم کو وہ اپنے اوپر ایسے سوار کر دیتی ہے کہ پھر ہر لمحہ زہر بن جاتا ہے۔ ماں باپ کی جدائی کے بارے میں وہ کہتی ہے:

"آہ یہ زندگی ماں باپ کے بغیر کتنی آزمائش بن جاتی ہے۔ اور اگر وہ یوں تنہا نہ رہ جاتی تو اس سفید کفن نما سخت اور کھڑکھڑاتے لباس میں راہبہ بنی نہ گھومتی----------اپنی ٹک ٹک کرتی ایڑیوں پر راؤنڈ کرتے وقت پتلیوں کا کھیل یاد آجاتا ہے۔ وہ خود بھی تو ایک کٹھ پتلی ہے۔"(۹)

اوپر کے اقتباس سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ ماں باپ کی زندگی میں کیا حیثیت ہے۔ زندگی میں ماں باپ کے بغیر کوئی بھی اپنا نہیں ہوتا۔ اسی نظریے کو ذہن میں رکھ کر روبینا کے ماں باپ کے لیے جذبات کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اس طرح ناول نگار نے روبینا کی زندگی کو ایک کٹھ پتلی سے تشبیہ دی ہے۔ الغرض "نشانِ محفل" انسانی جذبات واحساسات کے ذریعے سے پیدا ہونے والے نفسیاتی مسائل کی کش مکش کو مکمل طور پر بیان کرتا ہے۔ زندگی کے منفی رویوں سے اثر پذیر ہونے والے مسائل کو اس ناول میں یک جا کر کے بیان کیا گیا ہے۔

اس ناول کے تقریباً تمام کردار نفسیاتی مسائل کا شکار ہیں اور محبتوں کے اسیر ہونے کے باوجود قسمت کے آگے بے جان مورتیوں کی مانند حالات کے سامنے کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں۔ یہ ناول ان کرداروں کے درمیان پیدا ہونے والی نفرتوں کی وجہ سے مایوسی کو بیان کرتا ہے۔ ان کرداروں کے گھریلو مسائل کی وجہ سے المیہ عناصر نمو پاتے ہیں اور پورے ناول کی فضا دکھوں، آہوں اور سسکیوں سے لبریز ہے۔ ان کی آپس کی چپقلشوں کو بڑی خوبی سے ناول کے صفحات میں سمویا گیا ہے۔ اس حوالے سے ایک اقتباس دے کر ہم اپنے موضوع کا اختتام کرتے ہیں:

"وہ ابلتے ہوئے آنسوؤں کو اندر ہی اندر جذب کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ بے خیالی میں اس کے نرم گرم ہاتھ آگے بڑھے اور اس کے آنسوؤں کو اپنے اندر جذب کر لیا۔"(۱۰)

یوں مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اس ناول میں المیہ عناصر نے اس کے کرداروں کی نفسیاتی کش مکش کی سچی عکاسی کی ہے۔

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر انور سدید، اردو ادب کی مختصر تاریخ، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۸۶ء، ص ۲۵

۲۔ محمود ہاشمی، قراۃ العین حیدر اور اس کا فن، مشمولہ، اردو افسانہ :روایت اور مسائل، مرتبہ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۶ء، ص ۴۲۶

۳۔ ڈاکٹر الطاف فاطمہ،

۴۔ الطاف فاطمہ، نشانِ منزل، دار البلاغ، لاہور، ۱۹۶۵ء، ص ۶

۵۔ ڈاکٹر ممتاز احمد خان، آزادی کے بعد اردو ناول (ہئیت، اسلایب اور رجحانات)، انجمن ترقی اردو، پاکستان، ۲۰۱۲ء، ص ۲۱۱

۶۔ الطاف فاطمہ، نشانِ منزل، ص ۱۵۳

۷۔ ایضاً، ص ۲۸۹

۸۔ ایضاً، ص ۲۹۰

۹۔ ایضاً، ص ۲۶۹

۱۰۔ ایضاً، ص ۲۲۷